ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.2(2024)
(April to June)

اشفاق احمد اور بانو قدسیہ کے افسانوں کا موضوعاتی تقابل

Thematic comparison of Ashfaq Ahmad and Banu Qudsia's fiction

مسفرہ شفیق
ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج وویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر طیبہ نگہت
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج وویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

Musfirah Shafiq
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.
Dr.Tayyaba Nighat
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College Women University, Faisalabad.

Abstract:
Ashfaq Ahmed and Bano Qudsia are versatile personalities. Both of them have blessed Urdu literature with precious treasures. Ashfaq Ahmed and Bano Qudsia have experimented in also different genres as well as novel, fiction and drama. The source of their fictional themes is the environment in which the changing values of the new age,various social and societal problems and attitudes is depicted. They have presented the ground realities rather than the imaginary world, his various stories are firmly rooted in the socio-cultural, traditions and foundations in which all sections of the society are mentioned. Both Ashfaq Ahmad and Bano Qudsia have a deep passion for Sufism, so in their writings, we see the flowers blossoming of Sufism and spirituality. Both of them art's is a beautiful blend of their environment and personalities.

Keywords: Ashfaq Ahmad, Bano Qudsia, All-round personalities, Creation, Art, Reality, Religious aspect, Sufism, Spirituality

اشفاق احمد اور بانو قُدسیہ دونوں ہمہ جہت شخصیات ہیں۔ اشفاق احمد اور بانو قُدسیہ نے اُردو ادب کو قیمتی خزانوں سے نوازا ہے۔ اشفاق احمد اور بانو قُدسیہ نے ناول، ڈرامہ اور افسانہ نگاری کے ساتھ ہی ساتھ مختلف اصنافِ ادب میں بھی طبع آزمائی کی اور اپنی کامیابی کا لوہا منوایا۔ اپنے لافانی اسلوبِ فن کے اعتبار سے اشفاق احمد اور بانو قُدسیہ جتنے بڑے ادیب تھے، شخصیت اور وقار کے لحاظ سے اتنے ہی عظیم انسان بھی تھے۔ اُردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں گہری دلچسپی لینے والے اس عظیم و وقار جوڑے نے گیسوئے اُردو کو نکھارنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ انہیں ادب کی دنیا میں اپنے فن، اسلوب اور فکر کے لحاظ سے جو مقام و مرتبہ نصیب ہوا وہ ادبی افق پر کم ہی ادیبوں کو نصیب ہوتا ہے۔ نمود و نمائش اور شہرت و ناموری کی تمنا سے بے نیاز رہتے ہوئے اِس باصلاحیت ادبی جوڑے نے ہمیشہ عاجزی و انکساری کو زادِ راہ بنایا۔ ذہنی ہم آہنگی دونوں کو اس قدر قریب لے آئی تھی کہ دونوں نے اپنی آئندہ کی زندگی اکٹھے گزارنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں کی سوچ یکساں تھی اور زندگی کا لائحہ عمل بھی ایک جیسا تھا۔ اشفاق احمد اور بانو قُدسیہ اُردو ادب کے

درخشندہ ستارے ہیں۔ اپنے اسلوب، فن اور فکر کے لحاظ سے ان کا نام اُردو ادب کے آسمان پر سنہرے حروف میں چمکتا رہے گا۔ ان کے ہاں مشاہدے کی گہرائی اور مطالعے کی وسعت جابجا نظر آتی ہے۔ انھوں نے اپنے افسانوی موضوعات عام زندگی سے اخذ کیے ہیں۔ اشفاق احمد اور بانو قُدسیہ کے افسانوی موضوعات انسان کی زندگی، تصوف، سماجی استحصال، معاشرتی رسم و رواج، انسانی نفسیات، سماجی گھٹن، محبت، نوجوان نسل کی بے راہ روی، جنس، نسوانیت اور معاشرتی مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔

اردو ادب کی بعض شخصیات ایسی گزری ہیں جنھوں نے اپنی ساری زندگی اردو ادب کے پیچ و خم کو سنوارنے میں وقف کر دی۔ ان میں چند معتبر ہستیاں ایسی بھی ہیں جن کی خدمات اور فکر نے انہیں سب سے منفرد مقام و مرتبہ عطا کیا ہے۔ اشفاق احمد بھی انہی چند ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اشفاق احمد اپنے آپ میں ایک انجمن تھے۔ اشفاق احمد اس گل کی مانند تھے جو اپنی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اردو ادب میں مسرور کن خوشبو بھی بکھیر گیا۔ اشفاق احمد نے اپنا ادبی سفر افسانے سے شروع کیا اور پھر دن بہ دن کامیابی کی بلندیوں کو چھوتے چلے گئے۔ ان کی فکر میں اس قدر وسعت اور گہرائی تھی کہ ہر چیز کا مطالعہ باریک بینی سے کرتے تھے۔ اشفاق احمد نے وہ نقاط بھی اپنی تحریروں کے ذریعے عام عوام کے سامنے کھول کر رکھ دیے جہاں تک دیگر عوم الناس کی رسائی ممکن نا تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ ان کے ہاں مطالعے کی گہرائی اور مشاہدے کی وسعت نظر آتی ہے۔ اشفاق احمد اور بانو قدسیہ محبت کے پھیلاؤ پر یقین رکھتے تھے۔ اشفاق احمد اور بانو قدسیہ اپنے افسانوں میں محبت کا جذبہ، تقدیس کے نور اور محبت کی چاشنی میں لپیٹ کر پیش کرتے تھے۔ کسی بھی کردار کی صورت میں اس تقدس کو پامال نہ کرتے تھے۔ ان کے افسانوں میں کہیں بھی محبت نہ تو اپنے حواس کھوتی ہے اور نہ ہی اپنے مقام سے نیچے آتی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اپنے پڑھنے والوں کے دل میں میٹھی میٹھی گرمائش اور لگن پیدا کرتی ہے۔

اشفاق احمد کے ہاں محبت کے موضوع پر مختلف حوالوں سے مختلف افسانے ملتے ہیں۔ اشفاق احمد اپنے افسانوں میں محبت کے کسی ایک پہلو کو بیان نہیں کرتے بلکہ محبت کے سبھی رنگوں کو مختلف پہلوؤں سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں محبت کی فضا بہت نمایاں ہے۔ محبت کے موضوع پر ان کے افسانوں میں "رات بیت رہی ہے"، "سنگ دل"، "بابا"، "گدڑیا"، "تنکہ" اور "اجلے پھول" وغیرہ شامل ہیں۔ اشفاق احمد اپنے افسانہ "اجلے پھول" میں نہایت لطافت سے فطرت کے گہرے رنگوں کو بیان کرتے ہیں۔ اگر خود پر اعتماد ہو تو انسان برے سے برے حالات کو بھی اچھا بنالیتا ہے۔ انسان مایوسی، خوف اور دکھ درد سے دامن چھڑا کر امید، خوشی، ہمت، مسرت، جذبہ اور دلیری کی طرف قدم بڑھائے۔ ان کا یہ افسانہ بیانیہ ہے اور محبت کے نمائندگی بھی کرتا ہے۔ اشفاق احمد نے اپنے افسانے "اجلے پھول" میں لڑکے اور لڑکی کے درمیان محبت، ایک دوسرے کو چاہنے کی انتہا لطافت سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انجم نے اپنے محبوب کی بات پر سر تسلیم خم کر دیا اور اپنا کام کل پر چھوڑ دیا تاکہ اس کا محبوب خفہ نہ ہو۔ مثال کے طور پر دیکھیں اشفاق احمد اپنے افسانے "ان کے پھول" میں یوں رقم طراز ہیں:

"بھائی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہتے "اوہو! مجھے تمباکو کا ایک گودام چیک کرنے جانا ہے۔"
تو آپی آہستہ سے کہتیں۔ "کوئی ضرورت نہیں، چوہے نہیں کھا جاتے آپ کا تمباکو، کل چیک کر لینا۔"
"کل!" بھیا حیران ہو کر کہتے۔ "کل کا کیا بھروسہ، آئے آئے نہ—"
اور آپی بات کاٹ کر کہتیں۔ "نہ آئے تو نہ سہی۔"
بھائی ہنس کر کہتے۔ "طلو حضور! یہ نوکری ہے جاگیر داری نہیں۔"
آپی جوت جگا کر کہتیں۔ "تو جاؤ پھر۔"

اور انجم بھائی سنجیدگی سے کہتے۔ "کل سہی، کل کون سی دور ہے۔"
پھر وہ کل پورے ایک ہفتے کے بعد آتی۔"(۱)

ان کے افسانوں میں محبت کی فضا بہت نمایاں ہے۔ بانو قدسیہ نے محبت اور رومانوی انداز میں زندگی کی حقیقتوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا۔ محبت کے موضوع پر ان کے جو افسانے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں ان میں "پریم جل"، "امر بیل"، "محبت"، "سوغا"، "مجازی خدا"، "حجاب"، "دل دیداں" اور "تجربہ وفا" جیسے افسانے شامل ہیں۔ ان کا افسانہ "امر بیل" بھی محبت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس افسانے کے کردار مضبوط ہیں اور بانو قدسیہ نے انتہائی سلیقے سے کہانی میں پیش کیے ہیں۔ اس افسانے میں محبت کے سفر میں گزرنے والی داخلی جذبات و کیفیات کی فنکارانہ عکاسی کی گئی ہے۔ بانو قدسیہ کے افسانے "امر بیل" کے چند فقرے دیکھیں:

"____ میں تمہیں کیا بتاتا کہ محبت تو امر بیل ہے ___ جس درخت پر یہ چڑھ جاتی ہے وہ پیڑ سوکھ جاتا ہے اور درخت ایک دن آپ ہی آپ گر جاتا ہے ___ میں تمہیں کیا سمجھاتا کہ محبت کی عمر بیل میں کبھی قسم کے پھول نہیں لگتے۔ اس بیل میں تو ہمیشہ ہائی سنتھ کے شگوفے کھلتے ہیں ___ پشیمانی کے ارغوانی پھول ___ تاسف کے آسمانی پھول!."(۲)

بانو قدسیہ کا افسانہ "امر بیل" زری کی معصوم محبت کی داستان ہے۔ زری عمر کی اس منزل پر ہے، جسے بچپن اور جوانی کی منزل کہا جاتا ہے۔ زری کھیل کود میں دلچسپی لینے کے بجائے اپنے ڈیڈی کے دوست آصف کی محبت میں مبتلا ہو جاتی ہے، جو صرف جوانی کی منہ زور محبت ہے۔ اس وقت زری محبت لفظ کے معنی و مفہوم سے بھی ناآشنا تھی۔ عمروں کے فرق کے باوجود زری اس شخص کو ہر طرح سے اپنی محبت کا یقین دلانے کی ممکن کوشش کرتی ہے اور محبت میں ناکامی کی صورت میں زری موت کو گلے لگا لیتی ہے۔ ڈاکٹر انور سدید اپنی کتاب "اردو افسانے کی کروٹیں" میں اشفاق احمد کے افسانوں میں محبت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اشفاق احمد کے افسانوں میں محبت کا حسی تصور بے لطیف اور کثیر الاضلاع ہے۔ ان کے افسانے بظاہر محبت کے مرکزی نقطے پر گردش کرتے ہیں، تاہم ان کے موضوعات متنوع ہیں اور وہ محبت کی قندیل سے زندگی کے بے شمار گوشوں کو منور کرتے چلے جاتے ہیں۔ اجلے پھول، شب خون، امی، گدڑیا اور گانو وغیرہ افسانوں میں اشفاق نے ارضی لطافتوں کو نیا آب و رنگ دیا ہے۔"(۳)

بانو قدسیہ کی افسانوں میں محبت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر انور سدید اپنی کتاب "بانو قدسیہ: شخصیت اور فن" میں لکھتے ہیں:

"بانو قدسیہ کی انفرادیت یہ تھی کہ انھوں نے نوخیز اور بالاخیز محبت کو احساس کی جوالا سے اس طرح اصل سلگایا کہ پاسبان عقل دل کے تعاقب میں رہتا اور کرداروں کو کسی مقام پر بھی بدراہ نہ ہونے دیتا---اہم بات یہ ہے کہ بانو قدسیہ کے محبت کے افسانوں میں بھی زندگی کا کوئی نہ کوئی مسئلہ چھپا ہوتا ہے جو صرف انھیں لوگوں کو نظر آتا جو افسانے کی محبت آسا فضا سے آگے بڑھتے اور افسانے کی بھیتر میں جھانک کر اس کا تجزیہ کرتے۔"(۴)

تصوف اور روحانیت نے ہمارے ادب پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں. اشفاق احمد اور بانو قدسیہ دونوں تصوف سے گہرا شغف رکھتے تھے اس لیے ان کی تحریروں میں جابجا طور پر ہمیں تصوف اور روحانیت کے پھول کھلے نظر آتے ہیں۔ صوفی ہمیشہ حرص،

ہوس، لالچ اور طمع جیسی انسانی خصوصیات و خواہشات کو اللہ کی رضا کے لیے قربان کر دیتا ہے۔ صوفی ہمیشہ اپنی دھن میں مگن رہتا ہے۔ صوفی کبھی بھی دنیاداری کی فکر نہیں کرتا اور نہ ہی دنیا کی رنگینیاں اس کو متاثر کرتی ہیں۔ اشفاق احمد تصوف کو رومان کی چاشنی میں لپیٹ کر قارئین تک پہنچاتے ہیں۔ اشفاق احمد کے افسانے "فہیم" میں تصوف کے رنگ بکھرے نظر آتے ہیں۔ اس افسانے کا بنیادی موضوع تصوف ہے۔ افسانے کا ایک جملہ مثال کے طور پر دیکھیں کہ جب نانی تنگدستی کا شکوہ کرتی ہے تو نانا کہتے ہیں:

"اللہ مالک ہے جس نے چونچ دی ہے وہ چوگا بھی دے گا۔"(۵)

صوفی ہمیشہ اس عقیدے پر یقین رکھتا ہے کہ جس خدا نے پیدا کیا ہے وہ زندگی جینے کا وسیلہ بھی بنائے گا اور رزق دینے کا وعدہ تو اس خدا کا ہے تو بندہ کیوں اس کی فکر کرے۔ اس افسانے میں یہاں اس عقیدے کی عکاسی کی جاتی ہے کہ خدا رازق ہے جو نہ صرف انسان کو پیدا کرتا ہے بلکہ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی ساتھ اس کے رزق کے وسیلے بھی بنا دیتا ہے۔ صوفی چاہ کر بھی کسی کو دکھ نہیں دے سکتا۔ صوفی اور درویش کسی بھی مذہب کا پیروکار نہیں ہوتا۔ رنگ روپ، ذات پات اور عیش و عشرت سے اسے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ وہ صرف اپنے خالق سے محبت کرتا ہے اور اس کی تخلیق کی ہوئی ہر شے سے بھی اتنی ہی محبت رکھتا ہے۔ دراصل انسان کی زندگی میں کئی ایسے حادثات و واقعات پیش آتے ہیں جو انسان کو ذہنی و جسمانی، سیاسی و مذہبی اور سماجی و معاشرتی طور پر بہت زیادہ متاثر کر دیتے ہیں۔ اس افسانے میں نانا کا کردار اپنے دل میں دین کی عظمت اور عقیدہ کا احساس رکھتا ہے۔ افسانے میں نانا کا دلی احترام اور عقیدت ظاہر ہوتا ہے۔ یہ عقیدت، یہ محبت، یہ جذبہ یقیناً ایک صوفی کا ہی ہو سکتا ہے۔ افسانہ اپنی بناوٹ کے لحاظ سے منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اس افسانے کی عظمت سے انکار ناممکن ہے۔ اشفاق احمد نے بہت خوبصورتی اور مہارت سے محبت، عقیدت، خدمت خلق، رحم، عاجزوانکساری، وحدانیت اور تصوف جیسے متنوع جذبات کو ایک ہی کوزے میں بند کر دیا ہے۔

تصوف نہ صرف اشفاق احمد کے افسانوں کا موضوع رہا بلکہ بانو قدسیہ نے بھی تصوف کو اپنے افسانوں کا موضوع خاص بنایا۔ بانو قدسیہ کے افسانوں میں روحانی و باطنی کیفیات نظر آتی ہیں۔ بانو قدسیہ کا افسانہ "خود شناس" مکمل تصوف پر مبنی ہے۔ اس افسانے کا کردار "ابراہیم" خود کو اس معاشرے میں اجنبی محسوس کرتا ہے۔ ابراہیم ملکوں کے حویلی کا چشم و چراغ تھا لیکن اس کی سوچ، کیفیات، فطرت اور طرز زندگی میں ملکوں کی اجارہ داری اور خاندانی برتی جیسے تصورات ناپید تھے۔ ابراہیم کا خیال ہے کہ اسلام میں امیری اور غریبی، چھوٹے اور بڑے کے درمیان فرق، ذات پات کی پابندیوں کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ابراہیم کے نزدیک ذات پات، خاندانی رسم و رواج، مقام و مرتبہ اور دولت کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس لیے وہ مالی مدد کے ساتھ ساتھ اخلاق مدد بھی کرتا تھا لیکن ابراہیم کی دادی خاندانی مقام و مرتبہ، دولت، خاندانی روایات، ذات پات کے گرداب میں اس قدر جکڑی ہوئی ہے کہ وہ ابراہیم کو ان تمام باتوں سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اپنے سے کمتر لوگوں سے ملنا ملکوں کی شان کے خلاف ہے۔ مثال کے طور پر "خود شناس" کا اقتباس ملاحظہ کریں:

"تجھے ذرا بھی ملکوں کی عزت کا پاس نہیں؟___ یہ سوشل سروس نہیں ہے ابراہیم
تو اپنی انا کی تسکین کر رہا ہے غلط طریقوں سے___ تیرا باپ دودھ کی سبیل لگواتا
تھا دسویں کو۔ ہمارے ہاں سے جو ختم دلایا جاتا ہے اس کا کوئی مقابلہ ہے___
لیکن اپنے ہاتھ میں جگ پکڑ کر پانی پلاتے پھرنا___ توبہ___!"
"غم کی پزیرائی کے لیے خود نہ نکلنا دادی ماں___ خشک چہروں کے لیے تھوڑا سا
پانی اپنے ہاتھ میں لے کر نہ جا سکنا___ میں تو انسانوں کے سانجھے دکھ کو سلام

کرنے نکلا تھا دادی ___."(۶)

انسانی معاشرے میں عورت کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ قدیم زمانے سے ہی عورت اور معاشرے میں عورت کے ساتھ ہونے والے برتاؤ کا موضوع مختلف معاشروں اور تہذیبوں میں ہمیشہ زیر بحث رہا ہے۔ حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ پوری تاریخ میں ہمیشہ عورت کو ہی ظلم کا نشانہ بنایا گیا۔ ظلم کی چکی میں ہمیشہ عورت ہی پسی ہے۔ عورت ہر مجلس اور ہر ایوان کی موضوع گفتگو ہے۔ کبھی عورت کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا، تو کبھی اس کی خوبصورتی کے قصیدے پڑھے گئے۔ کبھی اس کی بے وفائی سے نالاں نظر آتے ہیں، تو کبھی ناقص العقلی کے تازیانے برسائے گئے۔ کبھی تربیت پر کبھی اس کی صلاحیتوں پر زبان درازی شروع کر دی گئی۔ الغرض کسی نہ کسی شکل میں عورت مرد کے جذبات پر مسلط رہتی ہے۔ مرد نے ہمیشہ عورت کو اپنی مرضی اور اپنی سوچ کے مطابق لکھا ہے۔

اشفاق احمد اپنے افسانے "قلارے" کا اغاز سائنسی فکشن سے کرتے ہیں۔ اس افسانے میں اشفاق احمد نے سائنسی فکشن کے ساتھ ساتھ عورت کی بے وفائی کو بھی بیان کیا ہے۔ اشفاق احمد نے عورت کو مختلف انداز و اطوار سے اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے۔ کہیں ممتا کے جذبے سے اپنے افسانے کے پیچ و خم سوارتے ہیں، تو کہیں عورت اپنی بے وفائی کا داغ چھپائے پھرتی ہے۔ اشفاق احمد کے اس افسانے میں عورت دھوکے باز، دغاباز اور بے وفا کے کردار میں نظر آتی ہے۔ اسے افسانے میں عورت کا کردار ڈھکے چھپے انداز میں مرد کی سچی محبت اور اپنے رشتے کی حقیقت سے بغاوت ہے۔ رعنا جو کہ شہزاد کی منگیتر ہونے کے باوجود پروفیسر ندیم سے ڈھکی چھپی محبت کر بیٹھتی ہے، لیکن اس کا علم شہزاد کو نہیں ہوتا۔ جب شہزاد نے فرلانگ بھر کے فاصلے پر ایک جوڑے کو اپنی زمین پر بیٹھے دیکھا تو اس کی یہ خوشی ایک دم حیرت اکراہ اور غصے میں تبدیل ہو گئی۔ اشفاق اشفاق احمد اپنے افسانہ "قلارے" میں عورت کی بے وفائی کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "جب وہ ایک مناسب فاصلے پر پہنچ کر ان کی پشتوں کے پیچھے رکا تو لڑکی نے مرد کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف انڈیلا اور اس کے چہرے پر اپنے ہونٹ پیوست کر دیے۔ مرد نے اسے اپنے دونوں بازوؤں میں جکڑا اور اس کا چہرہ بھنبھوڑنے لگا۔ لڑکی گھنٹیاں سی بجاتی اتنے زور سے ہنسی کے شہزاد کو غصہ آ گیا۔ ایک تو اس کی جائیداد پر "ٹریس پاسنگ" دوسرے بے محابا بغل گیریاں، چمیاں اور قہقہے۔ اس سے برداشت نہ ہو سکا اور اس نے للکار کر اونچی آواز میں کہا "ھو آر یو پیپل؟" لڑکے اور لڑکی دونوں نے اپنے چہرے گھما کر پیچھے دیکھا تو شہزاد نے پتلون سے اپنا پستول نکال لیا۔"(۷)

اس افسانے میں اشفاق احمد عورت کی بے وفائی کو بیان کرتے ہیں کہ وہ بظاہر تو شہزاد کی منگیتر ہے لیکن دل ہی دل میں پروفیسر ندیم سے پیار کر بیٹھتی ہے۔ جس کا علم شہزاد کو نہیں ہوتا۔ جو زمین شہزاد نے اپنے اور رعنا کے لیے خریدی تھی اسی زمین پر جب شہزاد رعنا اور سر ندیم کو بیٹھے پیار محبت کرتے دیکھتا ہے تو شہزاد طیش میں آ جاتا ہے۔ مرد خواہ کوئی بھی ہو عورت کی بے وفائی کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔ شہزاد پروفیسر ندیم سے لپٹ کر طنزیہ انداز میں بولا "تو آپ پروفیسر ندیم ہیں! رعنا کے محبوب استاد!!۔"

اشفاق احمد کی آئیڈیل عورتیں وہی ہیں جو اپنے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے کی برتری کو تسلیم کر کے زندگی گزارتی ہیں۔ ان کے ہاں عورتوں میں مظلوم کردار ہی مثبت دکھائی دیتے ہیں۔ جب کہ وہ عورتیں جو کہ عرفان ذات کے مرحلے سے ہی کیوں نہ گزری ہوں، کسی نہ کسی طرح سے اشفاق احمد انہیں منفی رنگ دے کر اپنی مردانہ حاکمیت کی تسکین کرتے ہیں۔ بانو قدسیہ نے زیادہ تر مظلوم طبقے کی

عورتوں کی محرومیوں کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا۔ بانو قدسیہ کو عورتوں کے مسائل اور معاشرے کے مظلوم طبقے کے مسائل اور حالات سے نہ صرف گہری دلچسپی بلکہ ساتھ ہی ساتھ محبت بھی ہے۔ بانو قدسیہ نے اپنے افسانوں میں عورت کے مختلف پہلوؤں اس کی خوبیوں اور خامیوں، اس کی ظاہری و باطنی شخصیت؟ ذہنی اور جسمانی مسائل، روحانی و فکری مسائل، جذبات و احساسات اور فطری ضرورتوں کے تمام پہلوؤں پر گہری نظر رکھی ہے، اور یہ تمام پہلو، نکات اور مسائل اس کے افسانوں کی عورتوں میں جابجا طور پر نظر آتے ہیں۔ بانو کو کہنا ہے کہ: "تمام عورتوں کو ایک ہی گز سے نہیں ناپا جا سکتا"۔

بانو قدسیہ کے افسانے "الزام سے الزام تک" میں بیوی جو کہ اپنے شوہر کی بہت وفادار ہوتی ہے۔ روایتی بیویوں کی طرح ہر دکھ سکھ میں شوہر کی ساتھی ہوتی ہے، مگر شوہر کی محبت میں کسی کو شریک نہیں کر سکتی۔ افسانے میں بیوی جو کہ اپنے شوہر کی ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی غلطی کو آسانی سے نظر انداز کر دیتی ہے، مگر اس کی زندگی میں کسی دوسری عورت کا وجود برداشت نہیں کر سکتی۔ شادی کے بعد پورے 21 دن تک شوہر کی دوری پر بھی اس نے کوئی ہنگامہ برپا نہ کیا۔ نہ ہی اس دوران شوہر پر نامرد ہونے کا الزام لگایا تھا۔ مگر اپنے شوہر کا اس کی کولیگ مس حیدری کو لفٹ دینے کا جو جرم شوہر سے سرزد ہوا اور مس حیدری کا سفید مناسا خط جو گھر میں بیوی کو موصول ہوا۔ یہ سب بیوی کے لیے قابل برداشت نہ تھا۔ بیوی جو کہ شوہر کی ہر غلطی نظر انداز کر دیتی تھی مگر شوہر کی یہ بے وفائی بیوی کو قابل قبول نہ تھی۔ اس افسانے کا آخری فقرہ دیکھیں:

"عجیب اتفاق ہے کہ اسی عورت نے سارے محلے میں مجھے "بڈھے ٹھرکی" کا خطاب دلا دیا ہے
جس نے مجھے نامرد ہونے کے الزام سے بچایا تھا۔"(۸)

اشفاق احمد نے اپنے کچھ افسانوی موضوعات عام زندگی سے اخذ کیے ہیں۔ کچھ افسانوں میں انہوں نے ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والی آپسی محبت کی گہرائی و گیرائی کو بیان کیا ہے۔ جس کی بہترین مثال ان کے افسانے "شب و خون"، "تلاش" اور "اجلے پھول" میں ملتی ہے۔ بانو قدسیہ بھی انسانی زندگی کا بڑے عمیق انداز میں مشاہدہ و مطالعہ کرتی ہیں، تبھی ان کے تمام کرداروں کا تعلق فطری زندگی سے ہوتا ہے۔ بانو قدسیہ انسانی ذات سے منسلک تمام امور پر اپنی نظر گہری رکھتی ہیں۔ وہ فرد کو محض محسوساتی سطح پر نہیں پرکھتیں بلکہ وہ انسان کے داخلی و باطنی کیفیات کو بہت مہارت کے ساتھ اپنے افسانوں میں سموتی ہیں۔ اشفاق احمد حقیقت پسند، حساس طبیعت، ہمہ جہت، عمیق مطالعہ اور باریک بین افسانہ نگار ہیں۔ اس لیے ان کے افسانوں میں سماجی شعور، معاشرتی مسائل اور نفسیاتی بصیرت کی کارفرمائی جابجا نظر آتی ہے۔

بانو قدسیہ نے بھی اپنے افسانوں میں عصری مسائل کی بھرپور طریقے سے عکاسی کی ہے۔ وہ معاشرے میں موجود غلط رجحانات، غلط انسانی رویوں، انسانی عدم برداشت، نوجوان نسل کے بے راہ روی اور سماج میں روز بروز پروان چڑھنے والی دیگر برائیوں کو اپنے افسانوں کا موضوع بناتی ہیں۔ اشفاق احمد زمانے کہ حقائق تلخ ہیں، باشیریں اس بات سے اشفاق احمد کی سوچ اور قلم کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اشفاق احمد کی افسانہ نگاری کا خاصہ یہ ہے کہ وہ ادب برائے زندگی کا قائل ہیں وہ افسانوی ادب کا حسن ہے۔ بانو قدسیہ کے ہاں موضوعات کی نئی نئی جہتیں ابھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں حقیقت پسندانہ نقطہ نظر رکھنے کے باوجود تصوراتی اور تخیلاتی زندگی کو بھی بیان کر جاتی ہیں بانو قدسیہ بھی اپنے شوہر کے نقشے قدم پر چلتے ہوئے ادب برائے زندگی کی قائل ٹھریں۔

حوالہ جات

۱۔ اشفاق احمد، گڈریا، (مشمولہ)، اجلے پھول، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء، ص:۱۳

۲۔ بانو قدسیہ، امر بیل، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص:۲۲۴

۳۔ انور سدید، ڈاکٹر، اردو افسانے کی کروٹیں، لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۱ء، ص:۱۳۹

۴۔ انور سدید، ڈاکٹر، بانو قدسیہ: شخصیت اور فن، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص:۳۸

۵۔ اشفاق احمد، فہیم، (مشمولہ)، ایک محبت سو افسانے، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص:۱۹

۶۔ بانو قدسیہ، خود شناس، (مشمولہ)، آتش زیر پا، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص:۱۰۶

۷۔ اشفاق احمد، قلارے، (مشمولہ)، طلسم ہوش افزا، (سائنس فکشن)، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، ص:۹۱

۸۔ بانو قدسیہ، الزام سے الزام تک، (مشمولہ)، آتش زیر پا، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص:۸۸

References in Roman Script:

1. Ashfaq Ahmad, Gudria, (Mashmola), Ujlay Phool, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2001, p. 13
2. Bano Qudsia, Ambaril, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2000, p. 224
3. Anwar Sadeed, Dr., Urdu Afsanay ki Karwatien, Lahore, Maktaba Aliya, 1991, p: 139
4. Anwar Sadeed, Dr., Bano Qudsia: Shaksia aur Fun, Islamabad, Academi Literature Pakistan, 2008, p:38
5. Ashfaq Ahmed, Faheem, (Mashmola), Ek Mohabbat So Afsane, Lahore, Sangmail Publications, 2011, p.19
6. Bano Qudsia, Khudshanas, (Mashmola), Atash Zirpa, Lahore, Sang-e-Meel Publications,1988, p:106
7. Ashfaq Ahmad, Qalare, Mashmola), Talism Hosh Afza, (Science Fiction), Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2000, p:91
8. Bano Qudsia, Ilzam se Ilzam Tak,(Mashmola),, Atash Zair-pa, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 1988, p.88